دینِ حق اور علمائے ربّانی

شرک و بدعت کے خلاف کیوں؟

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب جدید

مولانا عبید الرحمٰن المرابط

ادارۂ حطّین

دینِ حق اور علمائے ربانی
شرک و بدعت
کے خلاف کیوں؟

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیبِ جدید
مولانا عبید الرحمن المرابط

ادارۂ حطین

نام کتاب: دینِ حق اور علمائے ربانی شرک و بدعت کے خلاف کیوں؟

مصنف: مولاناابوالحسن علی ندوی علیہ الرحمۃ

ترتیبِ جدید: مولاناعبیدالرحمن المرابط

ناشر: ادارۂ حطین

تاریخ اشاعت: ۱۴۳۷ھ– 2016ء

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مرتّب

الحمد للہ و الصلاۃ والسلام علی رسول اللہ

باعثِ نشرِ مکرر

میں اس کتاب کی ترتیبِ جدید کو اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھتا ہوں، کیونکہ اس کا موضوع اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بیان ہے جو کہ مقصدِ تخلیقِ کائنات ہے۔ وہ وحدانیت جس کی خاطر تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوئی اور جو اسلامی عقائد کا نقطۂ ارتکاز ہے۔

مولانا محمد رابع حسنی ندوی کے مقدمے اور خود مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے پیش لفظ...جو آئندہ صفحات پر آنے کو ہے...کے بعد توحید کی اہمیت بیان کرنے کے لیے مزید لکھنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ تاکیدِ مزید کے لیے میں اپنی بات نہیں بلکہ عالم ربانی، شیخِ جہاد، حضرت عبد اللہ عزام علیہ الرحمۃ کی کتاب "مجاہد کا زادِ راہ" سے ان کی ایک تقریر یہاں نقل کروں گا، جو انھوں نے نسلِ اولین۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم۔ کی نبوی ﷺ تربیت کی بنیادیں بیان کرتے ہوئے کی، فرماتے ہیں:

"اُمت کے سامنے شریعت کی عمارت کی تعمیر سے پہلے عقیدے کا مکمل ڈھانچہ تعمیر کرنا۔

قرآن نے مکہ میں نازل ہوتے ہوتے تیرہ سال لگا دیئے۔ اس پورے عرصے میں وہ فقط کلمہ " لا الٰہ الا اللہ محمدٌ رسول اللہ" کی تشریح کرتا رہا۔ وہ عقیدے کی تشریح اس لیے کرتا رہا تاکہ یہ دلوں کے اندر خوب اچھی طرح جڑ پکڑ لے۔ کیونکہ یہ سارا دین، اس کی ساری تفاصیل، اس کے سارے احکامات الوہیت کے اس اکیلے قاعدے پر ہی قائم ہیں کہ:

"اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔"

یہ دین ایک ایسے درخت کی مانند ہے جس کی جڑیں زمین کے اندر دور تک چلی گئی ہیں اور جس کی شاخیں پھیلتی ہوئی آسمان تک جا پہنچی ہیں۔ اگر ہریالی کا مجموعہ زیادہ ہے تو اس کا مطلب ہے کہ جڑیں لازماً گہری ہوں گی۔ ورنہ اس

درخت کا تنا بہت سا بوجھ کیوں کر سہار سکے۔ اسی طرح اس دین کی (یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ محمدٌ رسول اللہ) کی جڑیں بھی بہت گہری ہونی چاہئیں۔ دل میں ایمان گہرا ہو گا تو دین کے شجر ثمر بار کا بوجھ سہار سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آج جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ لوگوں کے سامنے اسلام کی اقتصادی تشریح کر کے یا معاشرتی محاسن گنوا کر یا نظام سیاست کی خوبیاں بتا کر یا اس کے اخلاقی نظام کے گیت گا کر لوگوں کے دلوں میں دین کی محبت قائم کی جا سکتی ہے، وہ غلطی پر ہیں۔ وہ اس دین کے مزاج کو نہیں سمجھتے اور اُس کے اصل پروگرام کی اساس کا ادراک نہیں رکھتے۔

برادرانِ کرام!

اگر صورت حال ایسی ہی ہے تو ہم پر لازم ہے کہ ہم لوگوں کے سامنے ... فروعات کی پسندیدگی کی بنیاد پر نہیں ... (بلکہ) لوگوں کے دلوں میں عقیدے کی جڑیں گہری اتارنے سے اپنی دعوت کا آغاز کریں۔ دلوں میں عقیدہ جڑ پکڑ جائے تو وہ ہماری ہر بات کی پیروی کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہم نے اُن کو محض نماز کا حکم بتلایا، وضو کے فائدے بتلائے، عورتوں کے حقوق کے سلسلے میں اسلام کی فراخدلی ثابت کرنے پر زور صرف کیا، حکمران کے فرائض گنوائے اور انصاف کی اہمیت جتائی تو یہ سلسلہ لمبا ہی ہوتا چلا جائے گا۔ وہ ہر روز آپ کے سامنے ایک نیا شبہہ، ایک نیا سوال پیدا کر کے رکھ دیں گے تاکہ آپ اس کا جواب دیں۔ دین اس طریقے سے شروع نہیں ہوا۔ جو لوگ اسلام کے اقتصادی نظام کا تعارف کروا کر یا معاشرتی نظام کے گن گا کر لوگوں کو اسلام میں داخل کرنا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے معانی کو دل میں بٹھانے کی اہمیت و ضرورت نہیں سمجھتے، وہ اپنے بیج زمین میں نہیں ہوا میں بو رہے ہیں۔ انہیں ہوا میں درخت اُگنے کا انتظار ہے۔ افسوس! یہ انتظار کبھی ختم نہ ہو سکے گا"۔

عقیدۂ توحید کی اسی اہمیت نے مجھے اس پر مجبور کیا کہ میں مولانا سید ابو الحسن علی ندوی علیہ الرحمۃ کا یہ کتابچہ برصغیر کے قارئین کی خدمت میں پیش کروں۔

دوسری بات میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اس کتابچے میں مولانا علی میاں علیہ الرحمۃ نے 'حاکمیت کے کفر' کو بیان کیا ہے، جو اس دور میں احیائے دین کی تحریک کا بنیادی مسئلہ ہے، اور ریاستی جبر کے سبب بہت تھوڑے لوگ اس پر قلم اٹھا پاتے ہیں۔ مولانا علی میاں علیہ الرحمۃ نے بہت وضاحت سے شریعت سے متصادم نظام ہائے حکومت اور انسانی وضعی قوانین کا کفر واضح کیا ہے۔ آج کے دور میں ہر مسلمان کا اس مسئلے کو سمجھنا انتہائی ناگزیر ہے۔

تیسری بات جس کی طرف میں اس تمہید میں قارئین کرام کی توجہ مبذول کرانا چاہوں گا، وہ یہ ہے کہ اس نکتے کا ضرور خیال رکھا جائے کہ علمائے کرام کس ماحول، کس سیاق و سباق اور کن افراد کے لیے بات کر رہے ہیں۔ ضروری

نہیں کہ ہر عالم، اپنی ہر تقریر اور تحریر میں اسلام کے تمام پہلو بیان کرے۔ ایک پہلو پر زور دینے اور دوسرے کا ذکر نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے ہاں معاذ اللہ دین کا مکمل نقشہ واضح نہیں تھا یا وہ کسی افراط اور تفریط کے شکار تھے۔

اسی بنا پر یہاں میں ذکر کرتا چلوں کہ حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی، اللہ انہیں غریق رحمت کرے، اس رسالے کے آخر میں حاملینِ دین اور محافظینِ شریعت کے فرائض منصبی بیان کرتے ہوئے جب تحفظِ دین اور جہاد کے مقابلہ میں تبلیغ اور تعلیمِ دین پر زور دیتے ہیں تو اس کا مقصد پہلے دو سے اعراض یا ان کی اہمیت کم کرنا نہیں۔ بلکہ تحریر کے وقت جس چیز پر زور دینے کی اہمیت انھوں نے محسوس کی اسی کی تفصیل بیان کی۔ توحید اور جہاد کے گہرے تعلق کو بیان کرنے کے لیے ہی میں نے جہاد کے ایک علمبردار مجاہد شیخ عبد اللہ عزام نور اللہ مرقدہ کا قول اوپر نقل کیا۔ نیز مولانا ابو الحسن علی ندوی علیہ الرحمۃ کے دور میں جہادی تحریک منظر عام پر نمایاں نہیں تھی، لہذا ان کے پیش نظر ایسا ماحول تیار کرنا تھا اور وہ زمین بنانی تھی جو جہاد کا علم بلند کر سکے۔ دیکھیے وہ خود ہی تو پیغمبروں کے جانشین کے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ: ”کبھی منبر پر کھڑے ہوئے جہاد کا شوق دلا رہے ہیں اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت یا اسلامی فتوحات کے لئے آمادہ کر رہے ہیں“۔ لیکن بحمد اللہ اب برصغیر میں ...خاص کر 2007ء میں جامعہ حفصہؓ کے سانحے کے بعد... ایک عمومی جہادی تحریک کھڑی ہو چکی ہے۔ اس جہادی تحریک کے پیشِ نظر اب حاملینِ دین اور محافظینِ شریعت کا کام دو گنا ہو چکا ہے۔ ایک طرف تعلیم و تبلیغِ دین ہے۔ تو دوسری طرف تحفظِ دین اور جہاد بالسیف۔ ان ہر دو میدانوں میں کام کو مہمیز دینے کی ضرورت ہے۔ جہاں کفر کے بڑھتے ہوئے سیل کے سامنے تلوار سے بند باندھنے کی ضرورت ہے، وہاں اپنے معاشرے کو اس کی ہولناکیوں سے بچانے کے لیے زبان و قلم کی بھی حاجت ہے۔ فکر اور سیاست... ہر دو محاذ پر **دینِ حق** کی صحیح تصویر پیش کرنا اور اس کا عملی کردار بننا آج **علمائے ربانی** کا فرض ہے۔ اسی فرض کی ادائیگی کی طرف یہ کتاب دعوت دے رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ علمائے کرام کو ہر محاذ پر سرخرو فرمائے۔ اور جسدِ واحد کے ان دونوں اعضاء کے درمیان وہ ہم آہنگی اور یک آہنگی نصیب فرمائے جس کی خواہش کا اظہار مولانا نے خود اختتام رسالہ پر کیا ہے۔ آمین۔

خدمتِ نص

ارادہ تو میرا یہ تھا کہ اس رسالے کو بلا کسی اضافے کے محض کتابتِ نو کر کے شائع کرتا، مگر اس سہولت پسندی کے زمانے میں یہ ضروری سمجھا کہ اصل رسالے میں موجود عنوانات سے زائد عنوان بندی کے ذریعے مضمون کو

قارئین کے استفادے کے لیے مزید آسان بنایا جائے۔ عنوان بندی کے دوران از حد کوشش کی ہے کہ عنوان مؤلف رحمہ اللہ کا اپنا ہی تحریر کردہ جملہ ہو۔

مزید یہ کہ رسالہ میں مذکورہ آیات واحادیث کی تخریج (حوالہ بندی) بھی کی ہے اور ضروری مقامات پر اندرونی حوالے بھی درج کیے ہیں۔ جہاں بھی میرا اپنا اضافہ ہے، چاہے وہ متن میں ہو یا حاشیہ میں، تو اسے میں نے کھڑے قوسین [۔۔] کے درمیان درج کیا ہے۔ اصل رسالہ میں آیات کا ذکر رکوع کے اعتبار سے کیا ہے جبکہ میں نے آیات کے حوالے سے۔

محققین اس طرح کی تبدیلیوں کو متن کتاب کی خدمت شمار کرتے ہیں نہ کہ حقیقی ردوبدل۔

برقی تحریر

دین کی خدمت میں کتب دینیہ کو عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق نشر واشاعت کرنا بھی شامل ہے۔ اور نئے نشر واشاعت کے طریقوں میں آج کل سرِ فہرست برقی کتابت (کمپیوٹر کمپوزنگ) ہے۔ میرے مشاہدے کے مطابق اس حوالے سے عربی زبان میں دین کی خوب خدمت کی گئی ہے۔ مگر افسوس کہ اردو دان طبقے میں صلاحیت ہونے کے باوجود اس کا اہتمام نہایت کم ہے۔ جو کتب برقی جال (انٹرنٹ) پر نظر آتی ہیں وہ اکثر عکسی (سکین شدہ) ہوتی ہیں جن کے پڑھنے میں اور ان سے استفادہ کرنے میں نہایت دقت پیش آتی ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ جہاں برقی تحریر کے بے شمار فائدے ہیں وہاں عکسی کتب کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ شائع شدہ کتابوں کا ثبوت مل جاتا ہے اور ان کتب میں بری یا اچھی نیت سے تحریف و تبدیلی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ اور اس بنا پر ان دونوں میں سے ہر ایک کی اہمیت اپنی جگہ برقرار ہے۔

جملہ حقوق غیر محفوظ

اصلِ کتاب جو مکتبہ عثمانیہ مسجد دائرہ رائے بریلی کی طرف سے مطبوع ہے، اس پر "جملہ حقوق محفوظ" کا جملہ درج تھا۔ فقہی اعتبار سے یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ اور احتیاط اسی میں ہے کہ حقِ مجرد کو خرید و فروخت کا سامان نہ بنایا جائے جیسا کہ حاشیہ ابن عابدین میں بھی درج ہے۔ خود ہم یہ کام مالی منفعت یا ذاتی شہرت کی خاطر نہیں کر رہے بلکہ

مقصد تو اُس علم کو پھیلانا ہے جو "محفوظ حقوق" کے جواز سے تہ خانوں میں بند ہو جاتا ہے۔ علم تو روشنی ہے جس کا حق پھیلنا اور پھیلانا ہے۔

آپ برقی جال پر عربی کے مکتبہ شاملہ، مکتبہ وقفیہ اور مکتبہ مشکاۃ جیسے برقی زاویوں (ویب سائٹس) کو دیکھیں تو دنگ رہ جائیں گے۔ ان میں سے اکثر کے مقاصد خالص دعوتی ہوتے ہیں۔ میں تمام نشر و اشاعت کے اداروں کو بالخصوص اور اردو دان طبقے کو بالعموم یہ دعوت دیتا ہوں کہ علم کی اشاعت کے لئے سلف صالحین کے جذبہ کے مطابق برقی جال (انٹرنیٹ) پر اسلامی کتب کو زیادہ سے زیادہ پھیلائیں اور دعوتِ دین میں اپنا حصہ ڈالیں اور مغرب سے در آمد شدہ تہذیب کے مطابق کتب پر "حقوق" کی قیود کی پرواہ نہ کریں۔ اسی طرح میں برقی جال (انٹرنیٹ) اور کمپیوٹر کے سافٹ ویئر پر کام کرنے والے افراد سے کہوں گا کہ وہ عربی کے مکتبہ شاملہ کی طرز پر اردو زبان میں برقی کتب خانہ کا نظام بنائیں۔ ہو سکے تو مکتبہ شاملہ کے ذمہ داران سے رابطہ قائم کریں، امید ہے کہ مایوسی نہ ہو گی۔

اللہ ہمیں دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے اعمالِ صالحہ قبول فرمائے اور لغزشوں سے در گزر کرے۔ آمین!

عبید الرحمٰن المرابط

جمادی الاولی 1432ھ

اپریل 2011ء

نظر ثانی 1437ھ

اگست 2016ء

مقدمہ

از مولانا محمد رابع حسنی ندوی

حضرت آدم علیہ السلام سے حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء جو سب سے بنیادی اور مرکزی دعوت لے کر آئے، وہ توحید کی دعوت تھی۔ ان کی دیگر تمام دعوتیں اس سے متعلق اور اس کے بعد تھیں۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں انبیاء کا تذکرہ آیا ہے اور ان کی کارگزاری کا ذکر کیا گیا ہے وہاں پہلا جملہ اعْبُدُوا اللّٰهَ [1] کا ملتا ہے اور بکثرت اس بات پر زور دینے کا تذکرہ ملتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی لائق عبادت، لائق استعانت نہیں۔ سورہ فاتحہ میں، جو روزانہ کی پانچوں نمازوں کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے، یہ جملہ کہنا ضروری ہے کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ: "تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں، اور تجھ ہی سے ہم مدد مانگتے ہیں"۔ اس میں اِيَّاكَ کا استعمال اس پہلو پر زور دینے کے لئے ہے کہ صرف خدا کی عبادت اور صرف خدا سے مدد طلبی کرتے ہیں۔

یہ بات بار بار کیوں کہلوائی جاتی ہے؟ اور نماز میں کہلوائی جاتی ہے؟ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مرتے وقت تک برابر زبان پر یہ بات جاری رہے کہ "ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں" اور "ہم صرف تجھ سے مدد چاہتے ہیں"۔ یہ وہ بات ہے جس سے اسلام میں توحید کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ صرف ایک بار کلمۂ شہادت ادا کرکے مسلمان ہو جانے کو کافی نہیں سمجھا گیا بلکہ برابر صبح، دوپہر، شام اور رات میں ایسے جملے کہلوائے جاتے رہتے ہیں جن سے توحید کا استحضار بھی ہوتا ہے اور توحید کا اقرار بھی بار بار کیا جاتا رہتا ہے۔

اس کے بعد کیسے یہ گنجائش باقی رہتی ہے کہ ایک مسلمان دن بھر میں دسیوں بار، سب سے زیادہ ذمہ دارانہ موقع پر جبکہ وہ اپنے رب کے حضور کھڑا ہوتا یہ کہتا ہے کہ "صرف تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں" نماز سے نکل کر کسی دوسرے کی عبادت کرنے لگے اور دوسرے سے مدد چاہنے لگے۔ یہ دونوں باتیں کیسے جمع ہو سکتی ہیں! اور ایسا کرنے پر ہمارا پروردگار، اس کو دھوکہ بازی اور چالبازی نہ سمجھے گا؟ کہ کہا کچھ اور کیا کچھ! یہ بڑی خطرناک

[1] - قرآن مجید میں یہ الفاظ تقریباً 16 مقامات پر آئی ہے جن میں نمایاں ترین سورۃ الاعراف میں مختلف انبیاء علیہم السلام کے حوالے سے مذکور ہے۔ مثلاً آیت 59۔

اور ڈرنے کی بات ہے۔ مسلمان کی سب سے بڑی عبادت نماز ہے؛ جس میں قیام، رکوع اور سجود ہوتا ہے، اسی سے نماز بنتی ہے۔ کسی غیر اللہ کے ساتھ اگر اس خلوص اور ادب کے ساتھ جھکا یا قیام کیا جو خلوص و ادب نماز کا حق ہے اور جس کا اقرار ہم نے الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ میں کیا ہے۔۔۔ یا غیر اللہ سے اسی خلوص کے ساتھ مدد چاہی جو نماز میں ہوتا ہے؛ تو کیا اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ کہنے سے ٹکراتا نہیں ہے؟ اور کیا اپنے پروردگار کے ساتھ دھوکہ کرنے کے مترادف نہیں ہے؟!۔

غیر اللہ کا احترام اور اس سے مدد چاہنا اگر اس طرح ہو جس طرح ایک انسان کا احترام ہوتا ہے یا اس سے مدد چاہی جاتی ہے تو یہ غیر اللہ کی عبادت یا اس سے مدد چاہنا نہیں ہے اور نہ اس کو منع کیا گیا ہے۔ ہم اپنے باپ کا احترام کرتے ہیں، استاذ کا کرتے ہیں، اپنے محسن کا کرتے ہیں۔ ان کی شفقتوں، محبتوں اور ہمدردیوں کے شکر گزار ہوتے ہیں اور یہ ہماری جس طرح کی مدد کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں اس طرح کی مدد بھی ہم ان سے طلب کرتے ہیں۔ یہ سب عیب نہیں ہے۔ لیکن اگر ہم کسی انسان کا احترام ویسا یا اس طریقہ سے کرنے لگیں جو خدا کے ساتھ کیا جاتا ہے اور انسان کی سطح سے بلند ہے تو وہ احترام احترام نہیں، عبادت ہو جائے گا۔

توحید کیا ہے؟ شرک کیا ہے؟ اور شرک کے چھوٹے بڑے کیا کیا انداز و طریقے ہیں؟ یہ سب ہم کو اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے۔ تاکہ ہم شرک کے خطرہ میں نہ پڑ جائیں، اور پھر ہمارا سب کیا کرایا غارت ہو جائے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر غلطی معاف کر دیتا ہے، لیکن شرک کو معاف نہیں کرتا، قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ (النساء:48) "خدا اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) جس کو چاہے گا بخش دے گا"۔

یہ خطرناک غلطی، تباہ کن کوتاہی، سب کیا کرایا بگاڑ دینے والا گناہ، ایک مسلمان کے لئے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ جیسے کہ ملک میں ایسی غلطی کہ اس کی سزا پھانسی ہو۔ شرک کی غلطی حقیقت میں اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ پھانسی کی سزا لانے والی غلطی صرف چند سالہ زندگی ہی کو ختم کرے گی لیکن ہمیشہ ہمیش کی زندگی کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ لیکن شرک سے ملنے والی سزا ہمیشہ ہمیش کی زندگی کو جہنم بنا دینے والی سزا ہے۔

زیرِ نظر رسالہ حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مد ظلہ نے، جو ایک بڑے بزرگ بھی ہیں اور بزرگوں کا احترام اور اولیائے کرام کا مقام بھی جانتے ہیں اور علم دین کے حقائق و اسرار کے عالم ہیں، قرآن و حدیث کی روشنی میں

توحید و شرک کی حقیقتوں کو واضح کرنے کے لئے تحریر فرمایا ہے۔ اور اس میں اس طرح تشریح فرمائی ہے کہ دونوں کے مختلف پہلو سب آ گئے ہیں۔ اور ایک مخلص مسلمان کو توحید و شرک کی حقیقتوں کو جاننے کی جو ضرورت ہے اس سے وہ اچھی طرح پوری ہو جاتی ہے۔

حضرت مولانا مدظلہ العالی، ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں، کہ انھوں نے ایک ایسے اہم اور ضروری موضوع کو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں بڑے اچھے اور سہل انداز میں واضح فرمایا ہے۔ اور اس کے پڑھنے والوں کے لئے دین خالص، اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ [الزمر:3] ترجمہ: "سن لو اللہ ہی کے لئے ہے صاف اور خالص دین"، کی حقیقت سلیس اور مدلل انداز میں بیان فرمایا ہے۔ امید ہے کہ رسالہ بہت نافع ہو گا۔

ادارہ مکتبہ عثمانیہ بھی شکریہ کا مستحق ہے کہ اس نے دیدہ زیب کتابت و طباعت میں اس رسالہ کو مسلمانوں تک پہنچانے کا ذریعہ مہیا کیا۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو دینِ خالص کو سمجھنے اور اس پر علم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خاکسار

محمد رابع حسنی ندوی

دائرہ شاہ علم اللہ　　　　25- 4- 1403ھ

رائے بریلی

پیش لفظ

از مؤلف

الحمد لله رب العالمين والصلاة على سيد المرسلين وخاتم النبيين و على آله وصحبه أجمعين ومن تبعهم بإحسان ودعا بدعوتهم إلى يوم الدين

عرصہ ہوا راقم نے اپنے جوار کے بعض علمائے ربانیین (جن میں حضرت مولانا سید خواجہ احمد صاحب نصیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سب سے نمایاں ہیں) کی اصلاحی و تجدیدی کوششوں کی روداد و سرگزشت لکھنے کا ارادہ کیا اور ان کا مختصر تذکرہ مرتب کرنے کا عزم کیا[2]۔ اسی وقت اس کا احساس ہوا کہ پہلے ایک مفصل تمہیدی مضمون کی ضرورت ہے جس میں سنت کی اہمیت، اس کے اسرار و مقاصد اور بدعت کے مفاسد و مضرتوں پر روشنی ڈالی جائے اور بتایا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعت سے اس شد و مد سے اپنی امت کو کیوں روکا؟ اس کی مذمت و تردید کیوں فرمائی؟ پھر آپ کے نائبین برحق، علمائے ربانی، مصلحین و مجددینِ امت نے اپنے اپنے زمانہ میں اس کے خلاف کیوں علمِ جہاد بلند کیا اور بہت سے وقتی، سیاسی، اجتماعی اور بعض اوقات دعوتی و تبلیغی مصالح کے باوجود ایک منٹ کے لئے اس کے روادار نہیں ہوئے اور اس کے بارے میں انہوں نے ادنیٰ درجہ کی مداہنت اور تسامح نہیں برتا؟ راقم نے اس موقعہ پر قرآن و حدیث کے مطالعہ نیز امت کے مختلف دوروں کے تجربات اور زندگی کے حقائق کی روشنی میں سنت و بدعت کا فرق واضح کرنے اور بدعت کے مفاسد اور مضرتوں کو بیان کرنے کی کوشش کی۔ یہ تمہیدی مضمون "علمائے ربانی ان کا منصب اور ان کے کام کی نوعیت" جون، جولائی 1942ء میں الفرقانؔ والندوہؔ میں شائع ہوا۔ اس کے بعد میں اور تصنیفی کاموں میں مشغول ہو گیا، اور اس مضمون سے ذہول ہو گیا۔ بعض عزیزوں نے متوجہ کیا کہ یہ مضمون بہت اہم ہے اس میں بعض اصولی باتیں اور نکتے آ گئے ہیں جو عام کتابوں میں نہیں ملتے۔ میں نے اس مضمون کو نکال کر دوبارہ پڑھا، مجھے بھی اس کی اہمیت و افادیت کا احساس ہوا۔ میرا خیال تھا کہ اس کو علیٰحدہ رسالہ کی شکل میں شائع کیا جائے تاکہ اس سے عام فائدہ ہو۔ اس موقع پر عزیزان مولوی امتیاز احمد ندویؔ و مولوی افتخار احمد ندویؔ نے خواہش ظاہر کی کہ اس کو اپنے جدید قائم

---

[2] - یہ تذکرہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے نامور اور جماعت کے ممتاز افراد اور حضرت مولانا سید خواجہ احمد کے مفصل تذکرہ کے ساتھ "کاروان ایمان وعزیمت" کے نام سے مرتب ہوا، جس کو لاہور کی سید احمد شہید اکیڈمی نے بڑے آب و تاب کے ساتھ پاکستان سے شائع کیا۔

شدہ "مکتبہ عثمانیہ" کی طرف سے شائع کریں، میں نے ان کو بخوشی اجازت دی۔ اللہ سے دعا ہے کہ اس کو مسلمان بھائیوں اور مختلف طبقوں کے لئے چشم کشا اور بصیرت افروز اور مفید و نافع بنائے۔

واللہ الموفق والمعین

ابوالحسن علی ندوی

دائرہ علم شاہ

رائے بریلی

1403/4/19ھ

1983/2/3ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علماء کا کام دین خالص (توحید) کی اشاعت

علمائے حق، حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے وارث و جانشین ہیں "العلماء ورثة الأنبياء" (صحیح بخاری)
ان کی وراثت و نیابت اسی وقت صحیح و مکمل ہوگی جب ان کی زندگی کا مقصد، اور ان کی کوششوں کا مرکز وہی ہوگا جو انبیاء کرام کا تھا۔

وہ مقصد زندگی، اور وہ مرکز سعی و عمل کیا ہے؟

دو[2] لفظوں میں "دین خالص"۔۔۔۔یا ایک لفظ میں "توحید"

دین خالص (توحید) کا مفہوم

یعنی اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت، اور کامل اطاعت، جو تنہا اسی کا حق ہے، اس کو اپنی ذات سے عمل میں لانا، اور دوسروں میں اس کے لیے جدو جہد کرنا۔ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ، وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ

"اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ میرے سوا کسی کی بندگی نہیں، پس میری ہی بندگی کرو"۔ (الانبیاء:25)

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

"وہ ہے جس نے اپنا رسول، رہنمائی اور سچے دین کے ساتھ بھیجا، تاکہ اس کو سب دینوں (تمام قسم کے نظامِ اطاعت) پر غالب کرے، اگرچہ شرک کرنے والوں کو یہ ناگوار ہو"۔ (الصف:9)

دین خالص کے چار موانع و مزاحم

اس دین خالص کے لئے ہر زمانہ میں چند **موانع اور مزاحم** ہوتے ہیں، جن میں سے اکثر ان چار اقسام میں داخل ہیں:

- شرک
- کفر
- بدعت
- غفلت

شرک

پہلا مانع ومزاحم

شرک کا مفہوم

یعنی غیر اللہ کو الہ بنالینا، اللہ کے سوا کسی ہستی کو مافوق الطبیعی طور پر ضارّ (ضرر رساں) اور نافع (فائدہ مند) مان لینا، اس کو کائنات میں متصرف اور مؤثر تسلیم کر لینا۔

احتیاج و التجا (پناہ جوئی) اور خوف و رجا اس عقیدے کے بالکل قدرتی اور **طبعی نتائج و لوازم** ہیں۔ اور دعا و استعانت اور خضوع (جو عبادت کی حقیقت ہے) اس کے **لازمی مظاہر** ہیں۔

شرک ایک مستقل دین اور ایک مکمل حکومت ہے

شرک ایک مستقل دین اور ایک مکمل حکومت ہے۔ اس کا اور دین اللہ کا کسی ایک جسم، یا دل و دماغ، یا خطہ زمین پر ایک ساتھ قائم ہونا ناممکن ہے۔ یہ غیر الٰہی دین جسم و نفس، اور جسم و نفس سے خارج اتنی ہی جگہ گھیرتا ہے جتنی دین اللہ کو کم سے کم درکار ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ

"بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کے برابر اوروں کو بناتے ہیں، ان کی محبت ایسی رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ کی"۔ (البقرہ:165)

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

"(مشرکین نے کہا) خدا کی قسم ہم کھلی ہوئی گمراہی میں تھے جو تم (معبودوں) کو سارے جہانوں کے پروردگار کے برابر کرتے تھے"۔ (الشعراء:97،98)

توحید کا پودا شرک کی کھیتی میں ناپید

اس لئے جب تک زمین سے شرک کی تمام جڑیں اور اس کی باریک سے باریک رگیں بھی اکھاڑ نہ دی جائیں، اس وقت تک دین اللہ کا پودا لگ نہیں سکتا۔ اس لئے کہ یہ پودا کسی ایسی زمین میں جڑ نہیں پکڑتا جس کی مٹی میں کسی اور درخت کی کوئی جڑ ہو، یا کوئی اور تخم ہو۔ اس کی شاخیں اسی وقت آسمان سے باتیں کرتی ہیں اور یہ درخت اسی وقت پھلتا پھولتا ہے جب اس کی جڑ گہری اور مضبوط ہو۔

اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرۡعُهَا فِى السَّمَآءِ ۝ تُؤۡتِىۡۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِيۡنٍۢ بِاِذۡنِ رَبِّهَا

"تم نے نہ دیکھا اللہ نے کیسی ایک مثال بیان کی پاکیزہ بات (کلمہ طیبہ وغیرہ) ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے اس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں، اپنا پھل لاتا ہے ہر وقت اپنے رب کے حکم سے"۔ (ابراہیم:24، 25)

یہ درخت کسی دوسرے درخت کے سایہ میں بڑھ نہیں سکتا، یہ جہاں رہے گا، تنہا رہے گا۔ اس کے طبعی نشو و نما کے لئے لامتناہی فضا چاہیئے۔

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيۡنُ الۡخَالِصُ

"یاد رکھو اللہ ہی کے تنہا تابعداری ہے"۔ (الزمر:3)

پس جو لوگ دین اللہ کی فطرت اور اس کے مزاج سے واقف ہوتے ہیں، وہ اس کو کسی جگہ پر قائم کرنے کے لئے زمین کو پورے طور پر صاف اور ہموار کرتے ہیں۔ وہ شرک اور جاہلیت کی جڑیں اور رگیں چن چن کر نکالتے ہیں۔ اور ان کا ایک ایک بیج بُن بُن کر پھینکتے ہیں اور مٹی کو بالکل الٹ پلٹ دیتے ہیں۔ چاہے ان کو اس کام میں کتنی ہی دیر لگے، اور کیسی ہی زحمت اٹھانی پڑے۔ اور چاہے ان کی دن رات کی اس کی کوشش اور عمر بھر کی اس جدوجہد کا حاصل حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی طرح چند نفوس سے زیادہ نہ ہو۔ اور چاہے بعض پیغمبروں کی طرح ان کی ساری زندگی کا سرمایہ صرف ایک شخص ہو۔ لیکن وہ اس نتیجہ پر قانع اور اس کامیابی پر مسرور ہوتے ہیں، اور نتیجہ کے حصول میں کبھی عجلت اور بے صبری سے کام نہیں لیتے۔

کفر

دوسرا مانع ومزاحم

کفر کا مفہوم

یعنی اللہ کے دین اور اس کی شریعت سے انکار۔ یہ انکار اس کی حکومت سے بغاوت اور اس کے احکام سے سرتابی، خواہ کسی طریقہ اور علامت سے ظاہر ہو۔

احکام شریعت کا قولی یا عملی انکار کفر ہے

اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں، جو اللہ اور رسول ﷺ کے احکام میں سے کسی حکم کو بھی، یہ جان لینے کے بعد کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے، نہیں مانتے، یا زبان سے تو انکار نہیں کرتے، مگر جان بوجھ کر اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ ایسے لوگ خواہ دوسرے احکام کے پابند ہوں، اس دائرہ سے خارج نہیں۔

اللہ تعالیٰ یہودیوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ

”کتاب الٰہی کے ایک حصہ کو مانتے ہو دوسرے حصہ کو نہیں مانتے تو اس کی کیا سزا ہے جو تم میں سے یہ کام کرتا ہے، سوائے دنیا کی زندگی میں رسوائی کے، اور قیامت کے دن وہ پہنچائے جائیں سخت سے سخت عذاب میں، اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں“۔(البقرہ:85)

اللہ کی حاکمیت میں آمیزش بھی کفر ہے

صرف اللہ کی خداوندی اور حاکمیت کے اقرار سے طبعی طور پر خداوندی اور حاکمیت کے تمام دعویداروں کی خداوندی اور حاکمیت کا انکار ہو جاتا ہے۔ لیکن جو اشخاص خداوندانِ باطل کی خداوندی اور حاکمیت کا صاف صاف انکار کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے، یا دوسرے الفاظ میں انہوں نے اس قبلہ کی طرف منہ تو کر لیا ہے لیکن دوسرے قبلوں

کی طرف اُن سے پیٹھ بھی نہیں کی جاتی، دین الٰہی کے مقابلے میں دنیا میں جو نظامِ حاکمیت قائم، اور شریعت الٰہی کے مقابلہ میں جو قوانین نافذ ہیں، ان سے منحرف نہیں ہوا جاتا، وہ کبھی کبھی ان پر بھی عمل کر لیتے ہیں اور بوقت ضرورت ان کی طرف رجوع کر لیتے ہیں، وہ در حقیقت اسلام میں داخل نہیں ہوئے۔ [3]

ایمان باللہ کے لئے کفر بالطاغوت ناگزیر ہے

ایمان باللہ کے لئے "کفر بالطاغوت" [4] ضروری ہے، اور اللہ نے اس کو ایمان پر مقدم کیا ہے۔

فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَیُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی

"جو سرکش کا انکار کرے، اور اللہ پر ایمان لائے، اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا"۔(بقرہ:256)

طاغوت کا مفہوم

اس لئے قرآن نے ایسے اشخاص کا دعوائے ایمان تسلیم نہیں کیا جو غیر الٰہی قوانین، ان کے نمائندوں اور ان کے مرکزوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان کو اپنا حکم اور ثالث بناتے ہیں۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ یَزۡعُمُوۡنَ اَنَّہُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَحَاکَمُوۡۤا اِلَی الطَّاغُوۡتِ وَقَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ یَّکۡفُرُوۡا بِہٖ ؕ وَیُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّضِلَّہُمۡ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا

---

[3] -[مولانا تقی عثمانی اپنی کتاب اسلام اور سیاسی نظریات، ص 147 میں لکھتے ہیں:"حاکمیت کے معنی ہیں کسی دوسرے کا پابند ہوئے بغیر حکم جاری کرنے اور فیصلے کرنے کا کلی حق۔ یہ حق سوائے اللہ تعالی کے کسی کو حاصل نہیں ہے، اور اگر کوئی شخص کسی اور کو اس معنی میں حاکم قرار دیتا ہے تو در حقیقت وہ شرک کا ارتکاب کرتا ہے"۔ مزید ص 175 میں اسلام میں اللہ تعالی کی حاکمیت مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ:اللہ تعالی نے جو ہدایات وحی کے ذریعے بنی نوع انسان تک پہنچائی ہیں، چاہے وہ وحی متلو کے ذریعے ہوں، یا وحی غیر متلو کے ذریعے، وہ اسلامی حکومت کا اولین ماخذ ہیں، اور حکومت ان کے خلاف نہ کوئی قانون بنا سکتی ہے اور نہ کوئی اقدام کر سکتی ہے۔]

[4] -طاغوت ہر وہ ہستی ہے جس کی خدا کے مقابلے میں اطاعت مطلق کی جائے **الطاغوت عبارة عن کل متعد وکل معبود من دون اللہ** (امام راغب اصفہانی) خواہ وہ شیطان ہو یا سلطان یا معمولی انسان۔[مزید دیکھیے بدعت کے بحث کے تحت طاغوت کا تذکرہ۔ ص 24۔ از مرابط]

"تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان لائے جو آپ کی طرف اتارا گیا، اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا، چاہتے ہیں کہ قضیہ لے جائیں سرکش کی طرف، حالانکہ ان کو حکم ہو چکا ہے کہ اس کا انکار کریں اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو بہکا کر دور لے جاڈالے"۔[5]

عقائد و رسوم جاہلیت کفر ہے

اس کفر کی بو، ان اشخاص سے بھی نہیں نکلی جو مسلمانوں کے دائرے میں آ جانے کے بعد بھی "جاہلیت" سے منحرف اور عقائد و رسومِ جاہلیت سے بے تعلق نہ ہو سکے۔ ان کے دلوں سے ابھی تک ان چیزوں کی نفرت اور کراہت نہیں گئی اور ان کاموں کی تحقیر نہیں نکلی، جن کو جاہلیت برا سمجھتی ہے، ان سے نفرت اور ان کی تحقیر کرتی ہے۔ خواہ وہ اللہ کے دین میں پسندیدہ اور مستحب ہوں، اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبوب سنت ہوں۔

اسی طرح ان کے دلوں سے ابھی تک ان اعمال و اخلاق، اور رسوم و عادات کی محبت اور عزت دور نہیں ہوئی جو اہلِ جاہلیت کے نزدیک محبوب و معزز ہیں خواہ وہ اللہ کی شریعت میں مکروہ اور حقیر ہوں۔

جاہلی حمیت اور عصبیت

اسی طرح جن کے دلوں سے ابھی تک جاہلی حمیت اور عصبیت دور نہیں ہوئی، اور ان کا عمل جاہلیتِ عرب (اور درحقیقت ہر جاہلیت) کے اس مقبول و مسلم اصول پر ہے کہ انصر أخاک ظالما او مظلوما[ترمذی] "اپنے بھائی کی ہر حال میں مدد کرو، خواہ ظالم ہو خواہ مظلوم"۔ اس سے زیادہ نازک بات یہ ہے کہ اسلام کو اختیار کر لینے کے بعد بھی، یا مسلمان کہلانے کے باوجود بھی حسن و قبح کا معیار وہی ہو جو جاہلیت میں ہوتا ہے۔ اشیاء کی قیمت وہی ہو جو جاہلیت نے قائم کر دی ہے۔ زندگی کی انہیں قدروں اور انہیں معیاروں کی وقعت ہو جو جاہلیت تسلیم کرتی ہے۔

---

[5] ۔ یہ آیت ترمذی کی روایت کے مطابق اس منافق کے بارے میں نازل ہوئی جس نے اپنے ایک مقدمہ میں (جس کا دوسرا فریق ایک یہودی تھا) مشہور یہودی رئیس اور عالم کعب بن الاشرف کو قاضی اور حکم بنایا تھا۔ (ترمذی، کتاب التفسیر)

صحتِ اسلام کی دلیل: ایمان سے محبت، کفر و جاہلیت سے نفرت

اسلام کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ کفر اور اس کے پورے ماحول، اس کے تمام متعلقات، اس کی تمام خصوصیات اور شعائر سے نفرت پیدا ہو جائے۔ اور اس کی طرف واپسی، اور اس میں مبتلا ہو جانے کی تصور سے آدمی کو تکلیف ہو۔ اور ایمان کی پختگی یہ ہے کہ وہ کفر کے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ کام کے مقابلہ میں موت کو زیادہ پسند کرتا ہو۔ بخاری کی حدیث ہے:

ثلاث من كن فيه وجد حلاوة الإيمان أن يكون الله ورسوله أحب إليه مما سواهم، وأن يحب المرء لا يحبه إلا لله، وأن يكره أن يعود في الكفر كما يكره أن يقذف في النار

"تین باتیں جس شخص میں ہوں گی اس کو ایمان کی حلاوت محسوس ہو گی:

- ایک یہ کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں،
- دوسری یہ کہ کسی دوسرے انسان سے صرف اللہ ہی کے لئے محبت ہو،
- تیسری یہ کہ کفر میں جانا اس کے لئے اتنا ناگوار ہو جتنا آگ میں ڈالا جانا"۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیفیت یہی تھی، ان کو اپنے زمانہ سابق (جاہلیت) سے شدید نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ ان کے نزدیک "جاہلیت" سے بڑھ کر کوئی توہین نہ تھی۔ وہ جب اپنے اسلام لانے سے پہلے کے زمانہ کا تذکرہ کرتے تو نہایت شرمندگی اور نفرت کے ساتھ۔ اس زمانہ کی تمام باتوں، اعمال و اخلاق اور کفر و فسق اور اللہ کی نافرمانی سے ان کو نہ صرف شرعی اور عقلی بلکہ طبعی کراہت تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ صفت اس طرح بیان کرتا ہے:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيۡكُمُ الۡاِيۡمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ وَكَرَّهَ اِلَيۡكُمُ الۡكُفۡرَ وَالۡفُسُوۡقَ وَالۡعِصۡيَانَ ؕ

"لیکن اللہ نے تمہارے دل میں ایمان کی محبت ڈال دی اور اس کو کھپا دیا تمہارے دلوں میں، اور نفرت ڈال دی تمہارے دل میں کفر اور گناہ و نافرمانی کی"۔ (حجرات:7)

جاہلیت کی علامت: احکام الٰہی پر رسم و رواج کو ترجیح

جاہلیت کی ایک علامت یہ ہے کہ جب اللہ و رسول ﷺ کا کوئی حکم سنایا جائے، تو قدیم رسم و رواج اور باپ دادا کے طور طریقے کا نام لیا جائے، اور اللہ و رسول ﷺ کے مقابلے میں گزشتہ زمانہ اور پرانے دستور کی سند پیش کی جائے:

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمُ اتَّبِعُوۡا مَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡا بَلۡ نَـتَّبِعُ مَآ اَلۡفَيۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوۡ كَانَ اٰبَآؤُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ شَيۡـــًٔا وَّلَا يَهۡتَدُوۡنَ

"جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس حکم کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اسی راستہ کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے اگر چہ ان کے باپ دادے نہ سمجھتے ہوں کچھ بھی اور نہ جانتے ہوں سیدھی راہ"۔(البقرہ:170)

بَلۡ قَالُوۡۤا اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ

"بلکہ کہتے ہیں کہ ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر اور ہم انہیں کے نقش قدم پر ٹھیک چل رہے ہیں"۔(زخرف:22)

اللہ کے حکم اور وحی کے مقابلہ میں اپنے باپ دادا کے عمل اور اپنی خواہش و مرضی کی پیروی کرنا خاص جاہلی دین ہے:

قَالُوۡا يٰشُعَيۡبُ اَصَلٰوتُكَ تَاۡمُرُكَ اَنۡ نَّتۡرُكَ مَا يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوۡ اَنۡ نَّفۡعَلَ فِىۡۤ اَمۡوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ

"انہوں نے کہا کہ اے شعیب! کیا تمہاری نماز نے تم کو یہ سکھایا ہے کہ ہم چھوڑ دیں جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے رہے یا ہم چھوڑ دیں جو ہم اپنے مالوں میں اپنی من مانی باتیں کرتے رہتے ہیں"۔(ہود:87)

اسلام اللہ کی مکمل تابعداری ہے

پس ایسے تمام لوگ جاہلیت سے نکل کر اسلام میں پورے طور پر داخل نہیں ہوئے، جو اللہ کے مقابلہ میں ہر چیز سے دستبردار نہیں ہوئے اور جنھوں نے اپنے تئیں مکمل طور پر اللہ کے حوالہ نہیں کیا۔ یہ مکمل دستبرداری اور تسلیمِ کامل وہ اسلام ہے جس کا حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو حکم ہوا، اور انہوں نے اس کو قبول کیا:

اِذۡ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسۡلِمۡ ۙ قَالَ اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

"جب (ابراہیم سے) ان کے رب نے کہا کہ اپنے رب کے حوالہ ہو جاؤ اور اس کی مکمل تابعداری کرو، انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے تئیں سارے جہاں کے پروردگار کے حوالے کر دیا"۔(بقرہ:131)

اور جس کا تمام مسلمانوں کو حکم ہے:

فَاِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسۡلِمُوۡا ؕ

"تمہارا معبود ایک ہی معبود حاکم ہے پس اسی کے حوالہ ہو جاؤ اور مکمل تابعدار بن جاؤ"۔(حج:34)

اگر یہ نہیں ہے تو گویا اللہ سے جنگ ہے۔ اس لیے اس مکمل اسلام کو ایک جگہ اللہ نے سلم کہا ہے، یعنی یہ اللہ سے صلح ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ

"اے ایمان والو! داخل ہو جاؤ صلح و اسلام میں پورے پورے اور شیطان کے قدموں پر مت چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔" (بقرہ:208) [6]

جاہلیت کی قدیم و جدید اقسام

یاد رہے کہ جاہلیت سے مراد صرف بعثت نبوی کے قبل کی عرب کی زندگی ہی نہیں ہے بلکہ ہر وہ غیر اسلامی زندگی اور نظام ہے جس کا مآخذ وحی و نبوت اور کتاب الٰہی و سنت انبیاء نہ ہو، اور جو اسلام کے مسائل اور احکام زندگی سے مطابقت نہ رکھتا ہو۔ خواہ وہ عرب کی جاہلیت ہو، ایران کی مزدکیت، یا ہندوستان کی برہمنیت، یا مصر کی فرعونیت، یا ترکوں کی طورانیت، یا موجودہ مغربی تمدن، یا مسلمان قوم کی غیر شرعی زندگی اور اِن کے مخالفِ شریعت رسوم و عادات، اخلاق و آداب، اور میلانات و جذبات، خواہ وہ جدید ہوں یا قدیم، ماضی ہوں یا حال۔

کفر ایک مستقل دین ہے

کفر صرف ایک سلبی چیز نہیں ہے بلکہ ایک ایجابی اور مثبت چیز بھی ہے۔ وہ صرف دین اللہ کے انکار کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک مذہبی اور اخلاقی نظام اور مستقل دین ہے، جس میں اپنے فرائض و واجبات بھی ہیں، اور مکروہات و

[6] - مفسرین نے اس آیت کی شان نزول یہ بیان کی ہے کہ بعض مسلمانوں کو ایسی چیزوں کے کھانے پینے میں تامل ہوا جو ان کے قدیم مذہب میں ان کے لئے جائز نہ تھیں اور جن کے استعمال کے وہ عادی نہ تھے۔ یہ آیت اگرچہ عام اصول تفسیر کے مطابق کچھ اسی واقعہ سے مخصوص نہیں، اور نہایت پر معانی اور جامع آیت ہے جو تمام احکام اسلام پر مشتمل ہے، لیکن اس سے اس پہلو کی بھی وضاحت ہوتی ہے جس کو ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔

محرمات بھی۔ اس لئے یہ دونوں دین ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے، اور ایک انسان ایک وقت میں، ان دونوں کا وفادار نہیں ہو سکتا۔

کفر کے معاملہ میں کوئی تساہل نہیں

انبیائے کرام علیہم السلام کفر کی پوری بیخ کنی کرتے ہیں۔ وہ کفر کے ساتھ رواداری اور مصالحت کے روادار نہیں ہوتے۔ کفر کے پہچان لینے کا بھی ان کو بڑا ملکہ ہوتا ہے، اور اس کے بارے میں ان کی نگاہ بڑی دور رس اور باریک بیں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس بارے میں پوری حکمت اور عزیمت عطا فرماتا ہے۔ ان کی خداداد فراست اور بصیرت پر اعتماد کئے بغیر چارہ نہیں۔ دین کی حفاظت اس کے بغیر ممکن نہیں، کہ کفر واسلام کی جو سرحدیں انہوں نے قائم کر دی ہیں اور ان کے جو نشانات مقرر کر دیئے ہیں، ان کی حفاظت کی جائے۔ اس میں ادنیٰ تساہل اور رواداری دین کو اتنا مسخ کر کے رکھ دیتی ہے جتنا یہودیت، عیسائیت، اور ہندوستان کے مذاہب مسخ ہو گئے۔

علماء، کفر کے خلاف سینہ سپر

انبیاء کے صحیح جانشین بھی اس بارے میں انہیں کی فراست و عزیمت رکھتے ہیں۔ وہ کفر کا ایک ایک نشان مٹاتے ہیں اور جاہلیت کا ایک ایک داغ دھوتے ہیں۔ کفر کا ادراک کرنے میں ان کی حس عوام سے بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ کفر جس لباس میں اور جس صورت میں ظاہر ہو وہ اس کو پہچان لیتے ہیں اور اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے ہیں:

- کہیں ہندوستان جیسے ملک میں بیواؤں کے نکاحِ ثانی کو حرام سمجھنے اور اس سے شدید نفرت رکھنے میں ان کو کفر کی بو محسوس ہوتی ہے اور اس کو رواج دینے اور اس سنت کو زندہ کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات اس پر اپنی جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔
- کہیں قانونِ شریعت پر رواج کو ترجیح دینا اور بہنوں کو میراث نہ دینے پر اصرار کرنا ان کو کفر معلوم ہوتا ہے اور ایسے لوگوں کی مخالفت اور ان کا مقاطعہ فرض سمجھتے ہیں۔
- کبھی اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف و صریح حکم سن لینے کے بعد اس کو نہ ماننا اور غیر الٰہی عدالت اور غیر الٰہی قانون کے دامن میں پناہ لینا اور غیر اسلامی احکام و قوانین نافذ کرنا ان کو اسلام سے خروج کے مرادف معلوم ہوتا ہے، اور وہ مجبوری کی حالت میں وہاں سے ہجرت کر جاتے ہیں۔

- کبھی کسی نو مسلم کے یا ایسے مسلمانوں کے جو غیر مسلموں کی صحبت میں رہتے ہوں، اور ان سے متاثر ہوں، ایسا ذبیحہ استعمال کرنے سے احتراز کرنے میں، اور اس سے نفرت کرنے میں جس سے ان کی ہمسایہ قوم اور ابنائے وطن سختی سے مجتنب رہتے ہیں، اور ان میں اس کی نفرت یا اس سے وحشت عام ہے، ان کو ایمان کی کمزوری، اور ان کے قدیم مذہب یا غیر مسلموں کی صحبت کا اثر نظر آتا ہے۔
- کبھی بعض حالات و مقامات میں ایک سنت، جائز و مستحب کو وہ واجب اور شعائر اسلامی سمجھنے لگتے ہیں۔
- کبھی وہ غیر مسلموں کے رسوم و عادات اور ان کی تہذیب، اور وضع و لباس اختیار کرنے اور ان سے تشبہ پیدا کرنے کی شد و مد سے مخالفت کرتے ہیں۔
- اور کبھی ان کی مذہبی تقریبات اور تہواروں میں شرکت کی ممانعت کرتے ہیں۔

غرض جاہلیت کی محبت یا اس سے اعانت جس لباس اور جس صورت میں جلوہ گر ہو، اور اس کی روح جس قالب میں بھی ظاہر ہو وہ اس کو فوراً بھانپ لیتے ہیں۔ ان کو اس میں کوئی اشتباہ نہیں ہوتا اور اس کی مخالفت کرنے میں کوئی مصلحت ان کے لئے رکاوٹ نہیں بنتی۔ وہ جاہلیت کو مخاطب کر کے کہتے ہیں: ع

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوشی

من اندازِ قدرت رامی

شناسم

علماء کے ساتھ کوتاہ نظروں کا معاملہ

ان کے زمانہ کے کوتاہ نظر یارند مشرب و صلح کل، جو دیر و حرم، کعبہ و بت خانہ میں فرق کرنا ہی کفر سمجھتے ہیں، ان کی تضحیک کرتے ہیں۔ اور تحقیر کے ساتھ ان کو فقیہِ شہر، محتسب، واعظِ تنگ نظر، اور "خدائی فوجدار" کا لقب دیتے ہیں۔ لیکن وہ اپنا کام پورے اطمینان و استقلال کے ساتھ کرتے رہتے ہیں۔ اور کوئی شبہ نہیں کہ پیغمبروں کے دین کی حفاظت، ہر زمانے میں انہیں لوگوں نے کی ہے۔ اور آج اسلام یہودیت و عیسائیت اور برہمنیت سے ممتاز شکل میں جو نظر آتا ہے، وہ انہیں کی ہمت و استقامت، اور تفقہ کا نتیجہ ہے۔ **جزاهم الله عن الإسلام ووليه ونبيه خير الجزاء**۔ ان کو زبان حال و قال سے یہ کہنے کا حق ہے کہ: ع

آغشتہ ایم ہر سر خارے بخون دل

قانون باغبانئ صحرا نوشتہ ایم

بدعت

تیسرا مانع ومزاحم

بدعت کا مفہوم

کسی ایسی چیز کو جس کو اللہ ورسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دین میں شامل نہیں کیا ہے اور اس کا حکم نہیں دیا:

- دین میں شامل کر لینا،
- اور اس کا ایک جز بنا دینا،
- اس کو ثواب اور تقرب الی اللہ کے لئے کرنا،
- اور اس کی کسی خود ساختہ یا اصطلاحی شکل اور وضع کئے ہوئے شرائط و آداب کی اسی طرح پابندی کرنا جس طرح ایک شرعی حکم کی پابندی کی جاتی ہے،

بدعت ہے۔

شرک وکفر اور بدعت کا تعلق

شرک و کفر (جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے) اگر مستقل دین ہیں تو بدعت مستقل شریعت ہے۔ اور شرک و کفر اگر اسلام کے مقابلہ میں خارج کی چیزیں ہیں تو بدعت دینِ الٰہی کے اندر شریعت انسانی کی تشکیل ہے جو اندر اندر نشو و نما پاتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات (اگر اس کو آزادی کے ساتھ نشو و نما پانے کا موقعہ دیا جائے) اصل شریعت سے دوچند و سہ چند ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ شریعت الٰہی کی ساری جگہ اور انسان کے سارے وقت کو گھیر لیتی ہے۔(7)

---

[7] –[یہ ذہن میں رہے کہ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کا مقصد یہاں فقط تصور واضح کرنا ہے نہ کہ شرک وبدعت کی نئی تعریف ہے۔ ورنہ روایتی طور پہ بدعت دو قسم کی ہوتی ہے: مکفرہ یا شرکیہ اور غیر مکفرہ یا غیر شرکیہ۔ یعنی کہ بدعت کی اوپر بیان کردہ تعریف میں، جو نئی "چیز" دین میں شامل

بدعت ایک مستقل شریعت

اس شریعت کی فقہ الگ ہے، اس کے فرائض و واجبات، اور سنن و مستحبات مستقل ہیں اور بعض اوقات تعداد میں شریعتِ الٰہی کے احکام سے کہیں زیادہ۔

تشریع (قانون سازی) اللہ کا حق ہے

بدعت سب سے پہلے اس حقیقت کو نظر انداز کرتی ہے کہ تشریع (قانون سازی) اللہ کا حق ہے۔ کسی چیز کو قانونی حیثیت دینا، اس کی پابندی ضروری قرار دینا، یہ منصب صرف شارع (اللہ) کا ہے۔ انسانی قانون سازی اسی منصبِ الٰہی کے خلاف بغاوت ہے۔ اسی لئے قانون ساز انسان کو قرآن "طاغوت" کہتا ہے۔[8]

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ

"چاہتے ہیں کہ اپنا مقدمہ ایک سرکش کے پاس لے جاکر فیصلہ کرائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اس سے اعتقاد نہ رکھیں"۔(نساء:60)

بدعت شریعت سازی ہے

لیکن کسی چیز کو دین و شرع قرار دینا اور اس کو کسی خاص شکل و شرائط کے ساتھ قربتِ خداوندی اور اجر و ثواب کا ذریعہ قرار دینا، تو اس سے بھی بڑھ کر بات ہے۔ یہ تو شریعت سازی ہوئی۔ اور قرآن کہتا ہے کہ دین و شرع قرار دینا اللہ ہی کا کام ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

"تمہارے لئے دین کی وہی راہ مقرر کی، جس کا حضرت نوح کو حکم دیا تھا اور جو ہم نے آپ کی طرف حکم بھیجا"۔(شوریٰ:12)

کی جارہی ہے، اگر وہ چیز شرکیہ اور کفریہ اعمال کے زمرے سے ہے تو یہ بدعت بھی ہے اور کفر بھی۔ جسے بدعت مکفرہ کہیں گے۔ جبکہ وہ چیز جو شرک اور کفر نہیں وہ بدعت غیر مکفرہ ہے۔ یہاں فاضل مصنف اصلِ کفر و شرک کے مقابلے میں بدعت کا مفہوم واضح کرنا چاہ رہے ہیں اور اسی کی وضاحت کے لیے انھوں نے یہ تعبیر اپنائی ہے کہ کفر و شرک مستقل دین ہیں جبکہ بدعت مستقل شریعت۔]

[8] - [ملاحظہ کریں کفر کی ذیل میں طاغوت کا مفہوم۔ ص 17۔ از مرابط]

اہلِ عرب کی شریعت سازی

اہل عرب نے جب اپنی طرف سے تحلیل و تحریم کا کام شروع کیا، اور مستقل احکام جاری کئے تو قرآن نے ان پر یہی جرح کی:

أَمْ لَهُمْ شُرَكَٰٓؤُا شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنۢ بِهِ اللَّهُ

"کیا ان کے کچھ شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین بنایا جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا تھا"۔(شوریٰ:21)

یہ اللہ کی اجازت کے بغیر دینی قانون سازی کیا تھی؟اس کی تفصیل ملاحظہ ہو:

وَقَالُوا هَٰذِهِۦٓ أَنْعَٰمٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ إِلَّا مَن نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَٰمٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَٰمٌ لَّا يَذْكُرُونَ ٱسْمَ ٱللَّهِ عَلَيْهَا ٱفْتِرَآءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيهِم بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ

"اور انہوں نے کہا کہ یہ مویشی اور کھیتی ممنوع ہے، صرف وہی کھائیں گے جن کو ہم چاہیں اپنے خیال کے مطابق، اور یہ مویشی ہیں جن کی پیٹھ پر چڑھنا منع ہے، اور کچھ مویشی جن کے ذبح پر اللہ کا نام نہیں لیتے، اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے، اللہ ان کے اس جھوٹ کی ان کو سزا دے گا"۔(انعام:138)

وَقَالُوا مَا فِى بُطُونِ هَٰذِهِ ٱلْأَنْعَٰمِ خَالِصَةٌ لِّذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰٓ أَزْوَٰجِنَا وَإِن يَكُن مَّيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَآءُ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ إِنَّهُۥ حَكِيمٌ عَلِيمٌ

"اور انہوں نے کہا کہ ان مویشیوں کے جو کچھ پیٹ میں ہے وہ ہمارے مردوں ہی کے کھانے کے لئے مخصوص ہے اور ہماری عورتوں کے لئے حرام ہے، اور اگر مردہ ہو تو اس میں سب شریک ہیں، اللہ ان کو ایسی باتیں بنانے کی سزا دے گا، وہ حکمت والا اور خبر دار ہے"۔(انعام:139)

عرب کے ان شریعت سازوں کا یہ جرم جس کو قرآن "افترا" کہتا ہے کیا تھا؟یہی کہ انہوں نے بلا کسی آسمانی سند اور وحی کے محض اپنے اتفاق رائے اور اصطلاح سے ایک چیز کو ایک کے لئے حلال اور دوسرے کے لئے حرام کر دیا۔ اور اس کے لئے قواعد و احکام اور اصول و ضوابط مقرر کئے جن کا کوئی آسمانی مآخذ نہ تھا۔ اور پھر ان کی ایسی پابندی کی اور دوسروں سے کرائی جیسی پیغمبروں کی شریعتوں اور احکامِ الٰہی کی ہوتی ہے، کہ اگر کوئی اس کے خلاف کرے تو سخت گنہگار سمجھا جائے اور ملزم و مطعون ہو۔

اہل کتاب کا اپنے علماء کو شارع ٹھہرانا

یہودیوں اور عیسائیوں کا یہی جرم قرآن نے بیان کیا ہے:

اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ

"انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کو چھوڑ کر خدا ٹھرالیا"۔(التوبہ:31)

آنحضرت ﷺ نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے سامنے اس آیت کی یہی تفسیر کی کہ عیسائی علماء و مشائخ نے جس چیز کو ان کے لئے حلال یا حرام قرار دے دیا، انہوں نے بے چون و چرا اس کو مان لیا اور ان کو مستقل شارع قرار دے دیا۔

شرع ما لم يأذن به الله کیا ہے؟

درحقیقت تحلیل و تحریم میں اور کسی چیز کو بلادلیل شرعی فرض و واجب قرار دینے اور کسی خاص شکل اور آداب و شرائط کے ساتھ کارثواب اور ذریعۂ تقرب الی اللہ قرار دینے میں کوئی اصولی فرق نہیں۔ دونوں "شرع ما لم يأذن به الله" کے حکم میں آتے ہیں۔

بدعت سازی تکمیل دین کا انکار ہے

بدعت، دوسری جس حقیقت کو نظرانداز کرتی ہے، یہ ہے کہ شریعت مکمل ہو چکی ہے۔ جس کا تعین ہونا تھا، اس کا تعین ہو گیا۔ ایک انسان کی نجات کے لئے جتنے اعمال ضروری ہیں، اور تقرب إلى الله کے لئے جتنے وسائل تھے ان سب کی وضاحت کر دی گئی۔ اور دین کی ٹکسال بند کر دی گئی۔ اب جو نیا سکہ اس کی طرف منسوب کیا جائے گا، وہ جعلی ہو گا:

اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَـكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَـكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا‌ؕ

"میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا، اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی، اور اسلام کو بطور دین کے تمہارے لئے پسند کیا"۔(مائدہ:3)

تکمیل نعمت کے یہ خلاف ہے کہ دین و شریعت کا ایک بڑا حصہ مشتبہ اور غیر متعین چھوڑ دیا جائے اور صدیوں تک مسلمان اس کے دریافت سے غافل اور اس کے ثواب سے محروم رہیں۔ خصوصاً خیر القرون کے وہ لوگ جو اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ کے مخاطب اول تھے۔ اور پھر صدیوں کے بعد اس کا انکشاف و تعین ہو۔

بدعت آنجنابﷺ کی شان رسالت پر تہمت ہے

اس شریعت میں جو شخص بھی کوئی نیا اضافہ کرتا ہے، اور کسی خارج از دین بات کو دین کا جز قرار دیتا ہے، کسی ایسی چیز کا اہتمام کرتا ہے جس کا اللہ کے رسول ﷺ نے اہتمام نہیں کیا، یا تقرب الی اللہ کے کسی نئے ذریعہ کا انکشاف کرتا ہے، وہ گویا زبان حال سے یہ کہہ رہا ہے دین میں یہ کمی رہ گئی تھی اس کو اب پورا کیا جا رہا ہے۔ اور یہ آنحضرت ﷺ کی تبلیغِ رسالت پر بڑا الزام ہے جن کو حکم تھا کہ:

يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ

"اے پیغمبر پہنچا دو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اتارا گیا، اور اگر ایسا نہ کیا تو تم نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا"۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

من ابتدع فی الاسلام بدعة يراها حسنة فقد زعم أن محمداً صلى الله عليه وآله وسلّم خان الرسالة فإن الله سبحانه يقول اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ فما لم يكن يومئذٍ ديناً فلا يكون اليوم دينا

"جس نے اسلام میں کوئی بدعت پیدا کی اور اس کو وہ اچھا سمجھتا ہے وہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ محمد ﷺ نے (نعوذ باللہ) پیغام پہنچانے میں خیانت کی۔ اس لئے کہ اللہ فرماتا ہے کہ (میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا) پس جو بات عہدِ رسالت میں دین نہیں تھی وہ آج بھی دین نہیں ہو سکتی"۔ (9)

9 -[الاعتصام للشاطبی 1/49]

شریعت الٰہی کی سہولت و آفاقیت

شریعت منزل من الله کی ایک خصوصیت، اس کی سہولت اور اس کا ہر ایک کے لئے ہر زمانہ میں قابل عمل ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ حکیم اور خبیر ہے، اس کو انسانوں کی فطری کمزوری، ان کے مصالح اور ان کے مختلف و متفاوت حالات کا پورا علم ہے۔ اس کے ساتھ وہ رؤف و رحیم (بے حد مہربان و مشفق) بھی ہے۔ اس علم محیط اور شفقت بے پایاں کی بنا پر اس نے انسانوں کے لئے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ نہایت آسان شریعت نازل کی۔ احکام شریعت میں ان کی کمزوریوں، مشکلات اور کوتاہیوں کا پورا لحاظ رکھا۔ اور ان کی قوت، دقت اور وسعت اور زمان و مکان کا پورا لحاظ فرماتے ہوئے ان کے لئے ایک عالمگیر اور ابدی قانون مکمل فرمایا۔ اس کا ارشاد ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا

"اللہ کسی کو اس کی گنجائش سے بڑھ کر مکلف نہیں کرتا"۔(بقرہ:286)

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

"اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے، تم پر دشواری نہیں چاہتا ہے"۔(بقرہ:185)

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ

"تم پر اللہ نے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی"۔(حج:78)

رسول اللہ ﷺ کے متعلق فرمایا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

"تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا جس پر تمہاری تکلیف شاق ہے، تمہاری اس کو بڑی فکر ہے، ایمان والوں پر نہایت شفیق و مہربان ہے"۔(توبہ:128)

رسول اللہ ﷺ نے اپنی شریعت کے متعلق فرمایا:

بعثت بالحنيفية السمحة

"مجھے نہایت سیدھے سادھے آسان دین کے ساتھ بھیجا گیا ہے"۔ [مسند احمد]

إن هذا الدين يسر

"بے شک یہ دین آسان ہے"۔ [سنن النسائی]

امت کی مشقت کا آپ کو اتنا خیال تھا کہ فرمایا:

لو لا أن أشق علي أمتي لأمرتهم بالسواك عند كل صلاة

"اگر مجھے اپنی امت کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے وقت مسواک کرنا فرض قرار دیتا"۔ [موطاً مالک]

بدعت کی تنگی اور دشواری

لیکن دین کی یہ سہولت اور خدا کی طرف سے اس بات کی ضمانت اسی وقت تک ہے، جب تک اللہ شارع ہے اور شریعت اسی کی ہے۔ لیکن جب انسان شارع بن جائے اور وہ شریعت الٰہی میں مداخلت اور اضافہ شروع کر دے تو پھر دین کی سہولت باقی نہیں رہ سکتی۔ نہ انسان کا علم محیط ہے، نہ وہ مختلف انسانوں کی ضروریات، مصالح اور زمان و مکان کے اختلاف کا لحاظ رکھ سکتا ہے۔ نہ اس کو اپنے بنی نوع پر وہ شفقت ہو سکتی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو دین خالص ہونے کی صورت میں ہر ایک کے لئے قابل عمل اور بالکل سہل ہوتا ہے وہ ان بدعات کی آمیزش اور وقتاً فوقتاً اضافوں کے بعد، اس قدر دشوار، پیچدار اور طویل ہو جاتا ہے کہ اس پر پورے طور پر عمل کرنا، رفتہ رفتہ ناممکن ہوتا چلا جاتا ہے۔ لوگوں کو گریز اور حیلہ جوئیوں کی عادت پڑ جاتی ہے اور بہت سے لوگ ایسے مذہب کا قلادہ اپنی گردن سے اتار دیتے ہیں۔ مذاہب کی تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ترک مذہب کی بکثرت نوبت اور الحاد و لامذہبیت کا آغاز عموماً انہی لامتناہی بدعات کے بعد ہوا، جن کی پابندی ایک متوسط درجہ کے انسان کے لئے تقریباً ناممکن ہو گئی تھی اور آدمی ان کا پابند رہ کر کسی اور کام کا نہیں رہ سکتا تھا۔ قرون وسطیٰ میں بھی علم و عقل کی بغاوت کلیسا کے اسی مذہبی نظام کے خلاف تھی جس سے اصل مسیحی مذہب کو $\frac{1}{10}$ (ایک بٹہ دس) کی نسبت بھی نہ تھی۔

شریعت کی یکسانیت و وحدت

یہ نکتہ بھی قابل لحاظ ہے کہ الٰہی دین و شریعت کی ایک خصوصیت ان کی عالمگیر یکسانی ہے۔ یہ یکسانی زمانوں کے لحاظ سے ہے اور مکانوں کے لحاظ سے بھی۔ اللہ چونکہ رب المشرقین و رب المغربین ہے، وہ زمان و مکان کے حدود و قیود سے بالاتر ہے، اس لئے اس کی شریعت میں کامل یکسانی پائی جاتی ہے۔ اس کی آخری شریعت جس کی تکمیل آخری پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ پر ہو چکی ہے۔ آفتاب کی طرح سب کے لئے ایک، اور زمین و آسمان کی طرح سب کے لئے یکساں

ہے۔ اس کی شکل جو قرن اول میں تھی وہی شکل پندرھویں صدی ہجری میں بھی ہے۔ وہ جیسی اور جتنی مشرق والوں کے لئے ہے، ویسی ہی اور اتنی ہی مغرب والوں کے لئے بھی۔ جو قواعد و احکام، عبادت کے جو اشکال اور تقرب الی اللہ کی جو متعین شکلیں اہل عرب کے لئے تھیں وہی اہل ہندوستان کے لئے بھی۔ اسی لئے اگر دنیا کے کسی حصہ کا کوئی مسلمان باشندہ، دنیا کے کسی دوسرے حصہ میں چلا جائے تو اس کو فرائض اسلام کے ادا کرنے میں اور مسجد میں عبادت کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی، نہ اس کے لئے کسی مقامی ہدایت نامہ اور رہبری کی ضرورت ہوگی۔ اس کو دینی حیثیت سے کوئی اجنبیت اور مسافرت محسوس نہیں ہوگی۔ علاوہ مقتدی ہونے کے وہ اگر صاحب علم ہے تو ہر جگہ امام بن سکتا ہے، اور ہر جگہ فتویٰ دے سکتا ہے۔

بدعت کا تفرق واختلاف

لیکن بدعت کا یہ خاصہ نہیں۔ ان میں یکسانی اور وحدت نہیں ہوتی، ان میں زمان و مکان کا پر تو ہوتا ہے۔ وہ ہر جگہ کے مقامی سانچہ اور ملکی یا شہری ٹکسال سے ڈھل کر نکلتی ہیں اور خاص تاریخی و مقامی اسباب اور ماحول میں بنتی ہیں۔ ان کو تمام عالم اسلامی میں رواج نہیں دیا جا سکتا، نہ دنیا کے تمام مسلمانوں کو ان کا علم ہونا ضروری ہے۔ علم ہونے کے بعد یہ ضروری نہیں کہ وہ سب ان کو قبول کر لیں۔ اس لئے ہندوستان کی بدعات مصر کی بدعات سے مختلف ہیں اور ایران و شام کی بدعات میں کوئی اشتراک نہیں۔ ملکوں سے گزر کر بعض اوقات شہر شہر کی بدعات مختلف ہوتی ہیں۔ ایک شہر کے مسلمانوں کو دوسرے شہر کی مخصوص بدعات کا علم نہیں ہوتا۔ یہ بات بڑھتے بڑھتے محلوں اور گھروں تک پہنچ سکتی ہے اور گھر گھر کا دین مختلف ہو سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا بدعت پر سخت تنبیہ

رسول اللہ ﷺ کے سامنے تمام دوسری شریعتوں اور مذاہب کا عبرتناک انجام تھا، یہودیت اور عیسائیت مسخ شدہ اور محرف شکل میں موجود تھیں، اس لئے آپ نے شریعت اسلامی کو اپنی حقیقی شکل اور اصلی مقدار میں رکھنے کی پوری کوشش فرمائی۔ اور اس کے لئے تمام احتیاطی تدابیر اختیار کیں۔ آپ نے اپنے جانشینوں کو بدعت سے بچنے اور سنت کی حفاظت کی بڑی تاکید سے تلقین کی۔ آپ نے فرمایا:

من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد

”جو ہمارے دین میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کرے جو اس میں داخل نہیں تھی تو وہ بات مسترد ہے“۔ [صحیح البخاری]

إياكم والبدعة فإن كل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار

”بدعت سے ہمیشہ بچو، اس لئے کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں ہو گی“۔ [موطأ مالک، ابن ماجہ] (10)

اور یہ حکیمانہ پیشگوئی بھی فرمائی:

ما أحدث قوم بدعة إلا رفع بها مثلها من سنة

”جب کچھ لوگ دین میں کوئی نئی بات پیدا کرتے ہیں، تو اس کے بقدر کوئی سنت اٹھ جاتی ہے“۔ [مسند أحمد] (11)

صحابہ کرامؓ کا بدعت کے معاملے میں رویہ

آپ کے براہ راست جانشین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس وصیت کی پوری تعمیل کی، اور بدعات کے بارے میں کسی قسم کی رواداری اور کمزوری روا نہیں رکھی۔ ان کے انکار بدعات کے واقعات ملاحظہ ہوں [تو] اگر کوئی شخص بدعات کے حقیقی مفاسد، اور محافظت شریعت کی حکمت و اسرار سے واقف نہ ہو، تو ان کو تشدد اور غلو پر محمول کرے گا۔ لیکن اگر کوئی شخص مذاہب کی تاریخ سے واقف ہے تو وہ ان حضرات کی تفقہ اور حکمت دین کی داد دے گا، کہ اگر دوسری ہی نسل میں مذہب کی شکل کی حفاظت نہ کی جاتی تو وہ باقی نہیں رہ سکتا تھا۔

---

[10] - [إياكم والبدعة کے الفاظ مجھے نہیں ملے مگر اس کے ہم معنی الفاظ بہت ہیں۔ مثلاً وإياكم والأمور المحدثات (سنن ابن ماجہ)۔ از مرابط]

[11] - اس فرمان نبوی کی اگر شرح دیکھنا ہو تو "مکتوبات امام ربانی" (مکتوب 86 بہ خواجہ عبد الرحمن ص186-187، احمدی ص255 مجلد طاہر لاہوری) میں ملاحظہ ہو، یا ان لوگوں کی عملی زندگی میں جو بدعات میں مبتلا ہیں۔ [إلا رفع بها مثلها من سنة کے بجائے إلا رفع مثلها من السنة کے الفاظ ملے۔ از مرابط]

بدعت کے حوالے سے ائمہ اسلام کا رویہ

صحابہ کرامؓ کے بعد ائمہ و فقہائے اسلام نے اعلیٰ درجہ کے فہم دین اور ایسی عزیمت و استقامت کا ثبوت دیا جو انبیاء کرام علیہم السلام کے جانشینوں کے شایان شان ہے۔ انہوں نے ہمیشہ اپنے زمانہ کی بدعات کی سختی سے مخالفت کی، مبتدعین کا علمی و عملی مقاطعہ کیا، اسلام کے معاشرہ اور دینی حلقوں میں ان بدعات کو مقبول اور ان کے علمبرداروں کو وقیع اور باوقار بننے سے روکنے کی کوشش کی اور ان کو اہل علم کی نگاہوں سے ہمیشہ کے لئے گرادیا۔

بالخصوص **فقہائے حنفیہ** نے جو شدید احتساب کیا اور جس باریک بینی اور نکتہ فہمی کے ساتھ اپنے زمانہ کے بعض بظاہر معمولی مبتدعانہ اعمال و رسوم کی مخالفت کی اور شریعت کی حفاظت، اور سنت و بدعات کے امتیاز کے لئے جو حکیمانہ انتظامات اور فقہی احتیاطیں کیں، وہ ان کی اصول دین سے گہری واقفیت اور ان کے تفقہ کی بہترین مثالیں ہیں۔

جو لوگ یہ جانتے ہیں کہ بدعات، عوام اور خوش عقیدہ شائقین دین کے لئے کیسی مقناطیسی کشش رکھتی ہے اور کس سرعت کے ساتھ رواج و مقبولیت حاصل کر لیتی ہیں، وہ ان علمائے اسلام کی ہمت و دلیری اور کامیابی کی داد دیں گے، جن کی کوششوں اور اظہار حق سے بعض بعض بدعات کا بالکل سدباب ہو گیا۔ اور اب ان کا فقہ کی بعض کتابوں یا تمدن کی بعض تاریخوں میں ذکر آتا ہے۔ بعض بدعات جو باقی رہ گئیں، ان کا بدعت ہونا بھی مشتبہ نہیں رہا اور ایک جماعت ہمیشہ ان کی مخالفت کرتی رہی، اور اب بھی کرتی ہے۔

بدعت کے انکار پر مخالفین کا رویہ

ان مخالفین بدعت اور حاملین لوائے سنت کو اپنے زمانہ کے عوام یا خواص کالعوام سے اس طرح جامد اور روایت پرست وغیرہ کے خطابات ملے جس طرح ہر زمانہ کے مذاق اور رواج عام کے خلاف کہنے والوں اور کرنے والوں کو ملا کرتے ہیں: مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۔[فصلت:43]

غفلت

چوتھا مانع و مزاحم

غفلت سے مراد

دین الٰہی سے انحراف کا ایک عام سبب غفلت ہے۔ اللہ سے بے تعلقی اور اس کے احکام و فرائض کی طرف سے بے توجہی کا سبب ہمیشہ بغاوت و کفر ہی نہیں ہوتا، بلکہ اکثر اوقات دنیا پرستی اور مادیت ہوتی ہے۔ عزت و جاہ کا سودا، دولت کا عشق اور معاش میں سر تا پا انہماک آدمی کو معاد سے بالکل غافل کر دیتا ہے۔

مادیت کا غلبہ اور اس کے اثرات

مادیت کا ایسا غلبہ ہوتا ہے، کہ:

- سرے سے نجات کا خیال، رضائے الٰہی کے حصول کا شوق اور اس کے عذاب کا خوف دل سے بالکل نکل جاتا ہے،
- اور کھانے پینے اور پہننے کے سوا دنیا میں کوئی فکر باقی نہیں رہتی۔

خدا سے غافل لوگوں کی صحبت اور گناہوں اور عیش میں انہماک دل کو ایسا مردہ کر دیتا ہے، کہ:

- دینی اور اخلاقی حس باطل ہو جاتی ہے،
- نیک و بد اور حلال و حرام کی تمیز جاتی رہتی ہے،
- ایسے غافل اپنے اخلاق و اعمال، سیرت و کردار، معاشرت و آداب اور وضع و صورت میں کافروں، اور اللہ کے باغیوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں رہتے،
- شراب کے بے تکلف دور چلتے ہیں،
- منہیات و محرمات کا آزادی سے ارتکاب کیا جاتا ہے،
- جرائم اور فسق و فجور میں نئی نئی ایجادات کی جاتی ہے اور ان میں ایسی ذہانت اوہنر مندی کا اظہار کیا جاتا ہے کہ پرانی امتیں ان کے سانے مات ہو جاتی ہیں،

- شرع و دین کی کوئی حرمت باقی نہیں رہتی،
- ایسی خدا فراموشی اور خود فراموشی طاری ہو جاتی ہے کہ بھول کر بھی خدا یاد نہیں آتا اور اپنا بھی حقیقی ہوش نہیں رہتا۔

دین میں غفلت سے ممانعت

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ

"ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا، اللہ نے ان کو خود فراموش بنا دیا"۔(حشر:19)

یہی وہ لوگ ہیں جن کا حال اللہ نے اس آیت میں بیان کیا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ

"بے شک جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پر مگن اور مطمئن ہیں اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں"۔(یونس:7)

غافلین کی دین کی راہ میں رکاوٹیں

نتیجۃً و عملاً ایسے غفلت شعار اور آخرت فراموش، منکرین آخرت، اور اللہ و رسول ﷺ سے بغاوت کرنے والوں سے ممتاز نہیں ہوتے۔ پیغمبروں کی دعوت کے لئے ان کا وجود بھی اسی قدر بے سود اور بعض اوقات سنگِ راہ ہوتا ہے، جس طرح مکذبین و منکرین کا۔ اور بعض اوقات یہ مدعیان اسلام، اسلام کے خلاف حجت اور تبلیغ اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

مترفین کی جاہلی حکومتیں

پھر اس سے زیادہ بد قسمتی کی بات یہ ہوتی ہے، کہ یہ غافلین یا منافقین اپنی کثرت یا دنیاوی لیاقت یا کوششوں یا محض وراثت سے مسلمانوں کی مسند حکومت پر قابض ہو جاتے ہیں اور مسلمانوں کی امامت ان کے ہاتھ میں آ جاتی ہے۔ یا مسلمانوں کی زندگی میں اتنا رسوخ اور اثر پیدا کر لیتے ہیں، کہ ان کے اخلاق و اعمال عوام کے لئے نمونہ بن جاتے ہیں اور ان کی عظمت اور وقعت دل و دماغ میں جاگزیں ہو جاتی ہے۔ اس وقت ان "اکابرین مجرمین" کی وجہ سے غفلت

و خدا فراموشی اور غیر اسلامی زندگی کا ایسا دور دورہ ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کی عملداری میں جاہلیت کی حکومت قائم ہو جاتی ہے۔ اور بعض اوقات اس طرز زندگی کو کچھ زیادہ مدت گزر جاتی ہے، تو اسی کا نام اسلامی تہذیب و تمدن پڑ جاتا ہے، جس کی مخالفت غیر اسلامی تمدن سے زیادہ مشکل ہوتی ہے۔

پیغمبروں کے جانشینوں کا کام

ان تمام حالات میں پیغمبروں کے جانشینوں کو کام کرنا پڑتا ہے۔ شاید انسانوں کی کوئی جماعت اتنی مشغول، اور فرائض و ذمہ داریوں سے اتنی گراں بار نہیں، جتنی نائبانِ رسول ﷺ اور علماء و مصلحین اسلام کی جماعت ہے۔ جسمانی امراض کے طبیبوں کو بھی کبھی آرام اور فرصت کا موقع میسر آ جاتا ہو گا، لیکن ان اطباءِ روح کے لئے کوئی موسم اعتدال و صحت کا نہیں۔

بہت سی جماعتیں ایسی ہیں کہ جب ان کی اپنی حکومت قائم ہو جاتی ہے تو ان کی جدو جہد ختم ہو جاتی ہے اور ان کا مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن علماء حق اور قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاۗءَ بِالْقِسْطِ "اللہ کی طرف سے منتظم اور انصاف کے گواہ"[المائدہ:8] کی جماعت کا کام بعض مرتبہ مسلمانوں کی حکومت میں ختم ہونے کے بجائے کچھ بڑھ ہی جاتا ہے۔ کچھ چیزیں ہیں جو حکومت و طاقت اور دولت و فراغت ہی کے زمانہ میں پیدا ہوتی ہیں، اور علماء اسلام ہی کا فرض ہوتا ہے کہ ان کی نگرانی کریں۔ وہ اپنے فریضہ احتساب، نگرانی، اخلاقی اور دینی راہنمائی کے منصب سے سبکدوش نہیں ہوتے۔ اس وقت بھی ان کا جہاد، اور ان کی جدوجہد جاری رہتی ہے:

- کہیں مسلمانوں کی مسرفانہ زندگی پر روک ٹوک کر رہے ہیں،
- کہیں سامان عیش و غفلت پر ان کی طرف سے قدغن ہے،
- کہیں چوری کی شراب کو گرفتار کیا ہے اور اس کو انڈیل رہے ہیں،
- کہیں باجوں اور موسیقی کے آلات کو توڑ رہے ہیں،
- کہیں مردوں کے لیے ریشم کے لباس اور سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال پر چیں بجبیں ہیں،
- کہیں بے حجابی اور مردوں و عورتوں کے آزادانہ اختلاط پر معترض ہیں،
- کہیں حماموں کو بے قاعدگیوں اور بداخلاقیوں کے خلاف آواز بلند کر رہے ہیں،
- کہیں اپنے زمانہ کے خلاف اخلاق اور خلاف شرع باتوں اور عادتوں کے خلاف وعظ کہہ رہے ہیں،
- کہیں غیر مسلموں اور عجمیوں کے عادات و خصوصیات اختیار کرنے پر ان کی طرف سے مخالفت ہے،

- کبھی مسجدوں کے صحن اور مدرسوں کے ایوانوں میں حدیث کا درس دے رہے ہیں اور "قال الله اور قال الرسول" کی صدا بلند کر رہے ہیں،
- کبھی خانقاہوں میں اپنے گھروں اور مسجدوں میں بیٹھے ہوئے دلوں کا زنگ دور کر رہے ہیں، اللہ کی محبت و طاعت کا شوق پیدا کر رہے ہیں۔ امراض قلب؛ حسد، تکبر، حرصِ دنیا اور دوسری نفسانی اور روحانی امراض کا علاج کر رہے ہیں،
- کبھی منبر پر کھڑے ہوئے جہاد کا شوق دلا رہے ہیں اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت یا اسلامی فتوحات کے لئے آمادہ کر رہے ہیں۔

علماءِ ربانی کا ایسی حکومتوں کے تحت کردار

پوری اسلامی تاریخ میں آپ کو زندہ اور ربانی علماء، جو حکومت وقت کے دامن سے وابستہ نہیں تھے یا حقیر جھگڑوں میں مشغول نہیں تھے، انہیں مشاغل میں منہمک نظر آئیں گے۔ اور مسلمانوں کا کوئی دور حکومت ان علمائے حق اور ان کی جد و جہد سے خالی نہیں رہا۔

حضرت حسن بصریؒ

بنی امیہ کا دور مسلمانوں کا شاہانہ عہد ہے۔ بظاہر مسلمانوں کو تمام کاموں سے فرصت ہو گئی ہے، مگر علماء کو فرصت نہیں۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس وعظ گرم ہے، جس میں اپنے زمانہ کے منکرات و بدعات کے خلاف تقریر ہو رہی ہے۔ اپنے زمانہ کی معاشرت، نظام اور اہل حکومت کے بے دینی پر تنقید ہے۔ نفاق کی علامات، اور منافقین کے اوصاف وسیع پیرایہ میں بیان ہو رہے ہیں اور موجودہ زندگی پر ان کو منطبق کیا جا رہا ہے۔ خشیت الٰہی اور آخرت کا بیان ہے، جس سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئی ہیں اور روتے روتے حاضرین کی ہچکیاں بندھ گئی ہیں۔ سورۂ فرقان کے آخری رکوع وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَي الْاَرْضِ هَوْنًا کی تفسیر ہو رہی ہے [آیت:63] [12]، اور صحابہ کرامؓ کے

---

[12] - کتاب قیام اللیل محمد بن نصر مروزی

چشم دید حالات اور واقعات اس طرح بیان کئے جا رہے ہیں کہ اس مبارک دور کی تصویر کھنچ گئی ہے۔ اور صحابہ چلتے پھرتے نظر آرہے ہیں، لوگ مجلس سے توبہ کر کے اٹھتے ہیں۔ اور سیکڑوں آدمیوں کی اصلاح حال ہو رہی ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ

بنی عباس کا دور ہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ شاہ وقت کے ذوق و رجحان اور مسلک کے خلاف مذہب اعتزال کی صاف صاف تردید کر رہے ہیں، اور بدعات کا رد، اور سنت کا اعلان کرتے ہیں۔

علم کلام اور فلسفہ کے بڑھتے ہوئے رجحان کے مقابلہ میں، خالص سنت اور عقائد سلف کی تبلیغ فرما رہے ہیں۔ اور یہ سب اس جرات و اطمینان کے ساتھ کہ گویا مامون و معتصم کی حکومت نہیں ہے بلکہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت ہے۔

محدث ابن جوزیؒ

بغداد، اپنے اَوج پر اور بغداد کی تہذیب، دولت اور بے فکری اور آزادی عروج پر ہے۔ ہر طرف عیش و غفلت کا سمندر رواں ہے۔ کرخ و رصافہ کے میدانوں میں اور مسجدوں کے سامنے میلے لگے ہوئے ہیں۔ بازاروں میں بڑی چہل پہل ہے۔ لیکن سیکڑوں آدمی، ان تمام دلچسپیوں اور تفریحات سے آنکھ بند کئے، ایک طرف چلے جا رہے ہیں۔ آج جمعہ کا دن ہے، محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ ہے۔ وعظ ہو رہا ہے، سیکڑوں آدمی تائب، اور بیسیوں غیر مسلم مسلمان ہو رہے ہیں، لوگ خلاف شرع امور سے توبہ کر رہے ہیں۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ

ایک طرف اسی پر شور اور ہنگامہ زدہ بغداد میں نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا درس، وعظ اور روحانی فیض جاری ہے۔ جس سے عرب و عجم کے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ بڑے بڑے امراء اور شہزادے اپنے عیش و دولت کو خیر باد کہہ کر زہد و فقر کی زندگی اختیار کرتے ہیں۔ بڑے بڑے سرکش اور نشۂ دولت میں مغمور تائب ہوتے ہیں۔ خلافت عباسی کے عین دار الخلافہ میں، اور خلیفہ بغداد کی حکومت کے بالکل مقابل اس درویش کی روحانی اور دینی حکومت قائم ہے، جس کا سکہ عرب و عجم پر رواں ہے۔

حکومتوں کا علماء ربانی کے ساتھ معاملہ

بعد کے تمام عہدوں میں، اور حکومت اسلامی کے تمام اطراف و اکناف میں، سلاطین و امراء کے بالمقابل اور تمام دوسری دلچسپیوں دعوتوں اور تحریکوں اور مشاغل کے ساتھ علمائے حق کی یہ کوششیں اور ان کے مرکز، مساجد، مدارس، خانقاہیں، مجالسِ وعظ باضابطہ اور بے ضابطہ احتساب جاری ہے۔[13]

علمائے حق کا یہی بد قسمت یا خوش قسمت گروہ ہے جس کو مسلمان بادشاہوں اور ان کے کارکنان حکومت کے ہاتھوں (جبکہ دوسروں کو سیم و زر کی تھیلیاں اور عہدوں کے پروانے ملتے تھے) دار و رسن اور تازیانے کے انعامات ملے۔ اسی گروہ کے کتنے افراد کو، ایک مسلمان حاکم (حجاج) کے ہاتھوں شہادت کا سرخ خلعت ملا۔ پھر اسی گروہ کے ایک مقتدر فرد (حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کو امیر المؤمنین منصور عباسی کے ہاتھوں زہر کا جام نوش کرنا پڑا۔ پھر اسی گروہ کے دوسرے امام (حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) کو سب سے بڑے روشن خیال مسلمان بادشاہ (مامون) کے زمانہ میں، پابہ جولان اور اسیر زندان ہونا پڑا۔ اور اس کے جانشین (معتصم) کے ہاتھوں تازیانے کھانے پڑے۔

آخر زمانہ میں بھی کیسے کیسے عادل و داد گر مسلمان فرمانرواؤں کے ہاتھوں کیسے کیسے جلیل القدر علماء پر بیداد ہوئی۔ جہانگیر کی زنجیر عدل مشہور ہے، مگر حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں میں بھی زنجیر پڑی، اور ان کو اپنے اظہار حق کے صلہ میں گوالیار کے قلعہ میں محبوس ہونا پڑا۔

حاملین دین اور محافظین شریعت کے فرائض منصبی

تحفظِ دین

ان کارناموں اور خدمات کے علاوہ (جو حاملین دین اور محافظین شریعت کے فرائض منصبی ہیں) جن کو ہم اس حیثیت سے دفاعی کہہ سکتے ہیں، کہ وہ شرک و کفر، بدعت اور غفلت کے مقابلہ میں اسلام کی حفاظت کی کوششیں ہیں، مگر یہ در حقیقت اسلام کی مستقل دعوت و تبلیغ، اور دین کی مسلسل جدوجہد ہے، جو قیامت تک جاری رہے گی،

لا يزال طائفة من أمتى ظاهرين على الحق لا يضرهم من خذلهم

---

[13] – ہندوستان کے لئے اس کی تفصیل سب سے زیادہ والد صاحب مرحوم مولانا سید عبد الحیؒ کی عظیم الشان عربی تصنیف "نزہۃ الخواطر" کی آٹھ جلدوں میں ملے گی۔ جو ہندوستان کے مسلمان، مشاہیر و اعیان اور علماء کی سب سے بڑی تاریخ ہے۔

"میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر اعلانیہ قائم رہے گا، کسی کے مدد نہ کرنے سے اس کو کچھ نقصان نہ ہو گا"۔ [البیہقی]

(أو كما قال صلي الله عليه وسلم) الجهاد ماض إلى يوم القيامة

"جہاد قیامت تک جاری رہے گا"۔ [بمعناہ فی سنن سعید بن منصور والبخاری]

تبلیغِ دین

لیکن ان کے علاوہ دو[2] اور خدمتیں ہیں، جو ہر زمانے کے علماء کے ذمہ ہیں، اور علماء ربانی ان کو انجام دیتے رہے ہیں۔

اسلامی فتوحات سے کمتر اور مبلغین، صلحاء و صوفیہ اور بعض مسلمانوں کے اخلاق اور محبت کے اثر سے بیشتر مسلمانوں کے مفتوحہ ممالک میں لاکھوں آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔ اور پوری پوری برادریاں اور بڑے بڑے خاندان اسلام میں داخل ہو گئے۔ لیکن ان کی تعلیم و تربیت کا کوئی انتظام نہ کیا جا سکا اور ان پر اسلام کی تعلیمات کا کوئی اثر نہ پڑ سکا۔ یا اگر ان پر کوئی اثر پڑا تو ان کے بعد کی نسلوں میں یہ اثر باقی نہ رہ سکا اور رفتہ رفتہ اس کے سوا ان کو کچھ یاد نہ رہا کہ ہمارے باپ دادا مسلمان تھے اور انہوں نے کس زمانہ میں اسلام قبول کیا تھا۔ اور سوائے اسلامی نام اور کلمۂ طیبہ کے الفاظ کے ان کے پاس اسلام کی کوئی نشان باقی نہ رہا۔ کچھ دنوں کی اور بے توجہی کے بعد اسلامی نام بھی باقی نہ رہے اور کلمۂ طیبہ بھی سیکڑوں میں چند کے سوا کسی کو یاد نہ رہا۔ مگر اپنے مسلمان ہونے کا اعتراف باقی رہا، پھر وہ بھی مٹنے لگا اور اس وقت باقاعدہ ان کا ارتداد عمل میں آنے لگا۔

ہندوستان جیسے ملک میں جہاں خاص حلقہ کے باہر اسلام کی بنیاد ہمیشہ کمزور رہی۔ اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں۔ تقریباً ہر بڑے شہر سے کچھ فاصلہ پر اور ہندوستان کے تمام اطراف میں لاکھوں کی تعداد میں ایسی مسلمان قومیں اور برادریاں موجود ہیں، جن کو اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہا۔ دیہاتوں کی بڑی مسلمان آبادی ایسی ہے جو نئے سرے سے تبلیغ اسلام کی محتاج ہے۔ ان میں سے بکثرت ایسے "مسلمان" ہیں، جو ہنوز عہد جاہلیت میں ہیں، اور ان کو بعثت نبوی ؐ کی خبر بھی نہیں۔ وہ اسلام سے اتنے بے خبر ہیں، جتنے دیہاتوں کے غیر مسلم۔ فرائض و احکام اسلام کا ذکر چھوڑ کر بعض بڑے شہروں کے اطراف و نواح میں ایسے مسلمان ملتے ہیں، جو آنحضرت ﷺ کے نام نامی سے بھی واقف نہیں۔

بعض علمائے ربانی نے اپنے زمانہ میں، ان علاقوں اور دیہاتی رقبوں کی طرف توجہ کی اور بعض مسلمان قوموں اور برادریوں کو از سر نو مسلمان بنایا۔ ان میں تبلیغی دورے کئے، وعظ و نصیحت، اختلاط آمد و رفت اور اپنے اخلاق و تالیف قلب سے ان کے دل مٹھی میں لئے۔ ان کو مرید کر کے ان کو توحید اور اتباع سنت کے راستے پر لگایا۔ شرک و بدعت سے تائب کیا، جاہلانہ رسمیں، غیر مسلموں کی وضع و صورت، اور کفر و جاہلیت کے شعار چھڑائے۔ ان میں اخلاق و انسانیت پیدا کی، پابند فرائض اور خوش اوقات بنایا، علم کا شوق دلایا، اور تعلیم کو رائج کیا، اور ان میں سے لائق افراد کو چھانٹ کر اور اپنے پاس رکھ کر ان کی تربیت و تعلیم کی۔ پھر ان سے اپنی قوم اور دوسری جماعتوں کی تبلیغ و اصلاح کا کام لیا۔ یہ تبلیغی کام، جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طریق کار سے، سب سے زیادہ ظاہری مشابہت رکھتے ہیں، ان کے دوسرے کارناموں کے مقابلہ میں کسی طرح کم اہم نہیں۔

تعلیمِ دین

قرآن و حدیث اسلام کی طاقت کا اصلی سرچشمہ ہیں جن سے ہمیشہ طاقت اور روشنی حاصل کی جا سکتی ہے اور جن کے ذریعے سے ہر زمانہ میں مسلمانوں کے کمزور سے کمزور ڈھانچہ میں روح پھونکی جا سکتی ہے، شرک و کفر و بدعت و غفلت کے خلاف سب سے کارگر حربہ، قرآن و حدیث کا علم اور ان کی اشاعت ہے۔ ان کا صحیح علم اور ان کی روشنی جس قدر پھیلتی جائے گی، کفر و جہالت کی تاریکیاں دور ہوتی جائیں گی۔ اس لئے ہزار تبلیغوں کی ایک تبلیغ ان کی نشر و اشاعت ہے۔

ہم آہنگی و یک آہنگی

انبیاء کرام کی بڑی خصوصیت ان کی ہم آہنگی اور یک آہنگی ہے یعنی وہ سب ایک بات کہتے ہیں، اور ایک ہی بات کہتے رہتے ہیں، وہ کیا؟

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ

"اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو تمہارا معبود، اس کے کسوا کوئی نہیں"۔ (ہود:50)

ان کے جانشینوں کی بھی یہی خصوصیت ہوتی ہے کہ ان کی تمام کوششوں اور ان کی زندگی کے متنوع مشاغل کا ہدف بھی ایک ہوتا ہے، وہ دعوت إلى الله ہے۔ درس و تدریس، وعظ و تقریر، تبلیغ و تذکیر، تصنیف و تالیف، سلوک و

تصوف، بیعت و ارشاد، سب سے غرض، خلق خدا کو اللہ کی طرف بلانا، اللہ سے ملانا، اور اللہ ہی کا بنانا ہوتا ہے۔ ان کے مشاغل متنوع، اور مختلف ہو سکتے ہیں، مگر سب کا مرکز اور مقصد ایک ہوتا ہے، وہ سب کچھ کہتے ہیں مگر در حقیقت ایک ہی بات کہتے ہیں، اور بار بار کہتے ہیں، ع

فطرت کا سرود ازلی اس کے شب وروز

آہنگ میں یکتا، صفت سورۂ رحمان

حضرت نوح علیہ السلام کی طرح وہ بھی ان مشاغل، اور مختلف طریق تبلیغ کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں:

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا

"اے رب میں بلا تارہا اپنی قوم کو، رات اور دن"۔(نوح:5)

ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا

"پھر میں نے ان کو بلایا بر ملا"۔(نوح:8)

ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا

"پھر میں نے ان کو کھول کر اور چھپ کر کہا، چپکے سے"۔(نوح:9)

یہ وعظ، یہ درس، اور یہ انفرادی و اجتماعی کوششیں، یہ ظاہر و مخفی تدبیریں، یہ تذکیر و تزکیہ اور یہ توجہات اور انفاس قدسیہ، اعلان و اسرار ہی کی شکلیں ہیں۔

[جہاں فاضل مصنف رحمہ اللہ نے یہ نقطہ تبلیغ و تعلیم دین میں مصروف تمام حاملین دین اور محافظین شریعت کے لیے ذکر کیا ہے وہیں دونوں فریق، جو جہاد بالسیف و تحفظ دین اور جو تبلیغ و تعلیم دین میں مصروف ہیں، کے درمیان بھی ہم آہنگی و یک آہنگی وقت کی اہم ضرورت ہے۔

وصلی اللہ علی سیدنا محمد و علی آلہ وصحبہ اجمعین]